بارش

لاہور میں دو دن پہلے قیامت خیز بارش ہوئی ہے۔ پوری رات' پانی برستا رہا۔ نشیبی علاقوں کا کیا حال ہوگا۔ وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر طالب علم نے' اس بھرپور میگھا میں دو حد درجہ متضاد واقعات دیکھے ہیں۔ حقیقت میں' ایک منظر پر بہت دکھ پہنچا۔ اور دوسرے نکتہ پر خوشگوار حیرت ہوئی۔ ہمارے میڈیا کے معتبر نام' لکھاری' بیانیہ ترتیب دینے والے دانشور' اکثریت میں' ملکی نظام میں ہر دم کجی نکالتے رہتے ہیں۔ ناامیدی' مایوسی اور ممکنہ بربادی کی ایسی المناک تصویر کھینچنے میں مصروف کار رہتے ہیں کہ سننے یا دیکھنے والا سمجھتا ہے۔ کہ بس' آج کچھ ہو جائے گا۔ ہر شے فنا ہو جائے گی۔ خدانخواستہ ملک بھی نقشے سے معدوم ہو سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کے نام نہاد غازی تو خیر مایوسی پھیلانے کی دکانیں ہیں جن کا مقصد ہی ملک کو ہر لحاظ سے ناگفتہ بہ ثابت کرنا معلوم پڑتا ہے۔ یقین کیجئے' کہ اگر آپ چند مخصوص سوشل میڈیا اکابرین کو سنیں' تو ایسے نظر آتا ہے کہ بس آسمان چند لمحوں ہی میں ملک پر گر جائے گا۔ زمین بھرپور طریقے سے دھنس جائے گی۔ مگر حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ملک بھی قائم ہے اور انشاء اللہ مشکلات سے باہر بھی آئے گا۔ مجھے اپنے ہم وطنوں کی جرأت اور حوصلہ پر رتی برابر بھی شک نہیں ہے۔ معاملات بگاڑ کے بعد بہتری کی طرف جائیں گے۔ یہی قانون قدرت ہے۔

بات لاہور کی بارش کی ہو رہی تھی۔ یہ اسی ہفتہ' بدھ کے روز کی بات ہے۔ مجھے' ڈیفنس لاہور سے' ماڈل ٹاؤن کسی کام سے جانا تھا۔ ڈرائیور چھٹی پر تھا۔ بلکہ سچ پوچھیے کہ اتنی برسات میں اس کے لئے موٹر سائیکل پر آنا تقریباً ناممکن تھا۔ لہٰذا گاڑی خود چلا رہا تھا۔ ڈیفنس کا ایک بہت وسیع راستہ' فیز تین کے XX بلاک سے ہوتا ہوا' والٹن روڑ سے جا ملتا ہے۔ پھر تھوڑا سا آگے جا کر فیروز پور روڈ سے منسلک ہو جاتا ہے۔ معلوم پڑا کہ ڈی ایچ اے کی تمام سڑکیں' پانی سے بھری ہوئیں ہیں۔ سچ پوچھیے تو سڑکوں کے کنارے اور فٹ پاتھ نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ قطعاً اندازہ نہیں تھا' کہ ڈیفنس جیسی متمول آبادی کے منتظمین' اس قدر بے اثر ہوں گے کہ ایک بارش' ان کی کارکردگی پر سوالیہ نشان بنا ڈالے گی۔ بدقسمتی سے ڈبل ایکس کی سڑک پر پہنچ گیا۔ پہلے بھی ٹریفک کے حالات بہتر نہیں تھے۔ مگر ڈبل ایکس کی روڑ پر آ کر تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ تقریباً پانچ سے چھ کلومیٹر ڈبل روڈ پر سینکڑوں نہیں ہزاروں گاڑیاں پھنسی ہوئی تھیں۔ نہ آگے جا سکتی تھیں اور نہ پیچھے مڑ پاتی تھیں۔ ہر طرف سیلاب کا سا سماں تھا۔ ڈبل روڈ کے درمیان ڈیوائڈر' مکمل طور پر پانی میں معدوم ہو چکا تھا۔ یعنی آپ کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ کس سڑک پر ہیں۔ قیافہ تھا کہ ڈیفنس سے باہر نکلنے والی سڑک پر پھنسے ہوئے ہیں۔ ٹریفک انچوں کے حساب سے چلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ کئی گاڑیاں' آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ کوئی تین سے چار فٹ اونچا پانی ہر طرف موجود تھا۔ ذرا غور فرمائیے۔ متعدد گاڑیوں کے انجن میں پانی جا چکا تھا۔ جس کی وجہ سے کئی کاریں اور جیپیں بند ہو چکی تھیں۔ ڈرائیور جن میں خواتین بھی موجود تھیں' بے بسی کی تصویر بنے مدد کے لئے التجا فرما رہی تھیں۔ مگر کوئی بھی شخص اپنی گاڑی سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ کیونکہ پانی کی زیادتی کی وجہ سے دروازے کھولنے ممکن ہی نہیں تھے۔ موٹر سائیکل سواروں کی حالت بھی از حد نازک تھی۔ تمام موٹر سائیکل' پانی کی بدولت بند ہو چکے تھے۔ اور ان پر سوار مرد اور خواتین ابتر حالت میں' اپنی اپنی موٹر سائیکل کے نزدیک کھڑے' اسے ٹھیک کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف کار تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں' مرد اور خواتین' پانی میں سے پیدل گزر رہے تھے۔ ان کا تمام لباس' پانی سے بھیگ چکا تھا۔ خواتین کے لئے مسئلہ زیادہ تھا۔ یاد رہے کہ اس وقت بارش کو ختم ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ ان گنت بچے' نزدیک آبادیوں سے آ کر وہاں تیراکی میں مصروف تھے۔ گٹروں اور بارش کے ملے جلے پانی میں تیر رہے تھے۔ سڑک' بند گاڑیوں کی وجہ سے ویسے ہی سکڑ چکی تھی۔ ہاں' رکشے بھی تھے۔ جو پانی کے اندر مکمل طور پر منجمد ہو چکے تھے۔ اب ذرا اندازہ لگائیے۔ ہزاروں گاڑیاں' ان گنت مرد اور خواتین' سینکڑوں موٹر سائیکل' رکشے اور وافر تعداد میں پیدل لوگ' سب پریشان حال تھے۔ اور کوئی بھی پرسان حال نہیں تھا۔

اب ذرا آپ دل تھام کر سنیئے۔ ڈی ایچ اے لاہور' جس کے پاس سینکڑوں افراد کا عملہ ہے۔ جس میں گارڈ' موٹر سائیکل سوار' حفاظتی ٹیم اور درجنوں موبائل گاڑیاں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک بھی' یقین فرمائیے' عملہ کا ایک فرد بھی' وہاں موجود نہیں تھا۔ چلیے' وہاں ان کی موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں تو پہنچ نہیں سکتی تھیں مگر۔ عملہ' پیدل چل کر تو لوگوں کی مدد کو آ سکتا تھا۔ ٹریفک کو بحال کرنے کے لئے' کوئی ایک شخص کو تو انتظامیہ وہاں بھیج ہی سکتی تھی۔ یاد رہے کہ اس امیر سوسائٹی کے پاس اپنی سکیورٹی پولیس بھی ہے۔ ان میں سے بھی کوئی بشر موجود نہیں تھا۔ مجھے' چند کلومیٹر کا بے رحمانہ سفر کرنے میں ڈھائی گھنٹے لگے۔ مگر اس دورانیہ میں ڈی ایچ اے' انتظامیہ کے عملہ کا ایک بھی نمائندہ وہاں موجود نہیں تھا۔ خیر یہ ایک بہت تکلیف دہ امر تھا۔ بارش تو قدرتی امر ہے۔ مگر ڈی ایچ اے لاہور کی انتظامیہ' اس کی پیش بندی کرنے میں مکمل ناکام رہی تھی۔ نکاسی آب کا تو خیر ذکر چھوڑیئے۔ اس کا تو دور دور تک امکان نہیں تھا۔ لوگوں کی مجبوری اور ان کی موقعہ پر مدد کے لئے ادارہ کی طرف سے کوئی بندوبست نہیں تھا۔ سب کچھ قدرت کے سہارے چلانے کی ادنیٰ کوشش تھی۔ اس بھرپور ناکامی پر ادارے کی بے حسی کا اندازہ فرمائیے۔ کہ انہوں نے معافی کا ایک بیان جاری کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے' کسی معافی تلافی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ادارے کے سامنے شہری' کاکروچ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ کسی قسم کی سیاسی گفتگو نہیں کر رہا۔ عام فہم اصطلاح میں عرض کر رہا ہوں۔ عام شہریوں کی بے بسی کا مداوا' ڈی ایچ اے کی انتظامیہ' باہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کم از کم' اس بارش نے تو بلند و بانگ دعوؤں کی قلعی مکمل طور پر کھول کر رکھ دی ہے۔ باقی تمام ہوائی بیانات ہیں۔ جن کا نا کوئی اثر ہے اور نہ ہی کوئی سر پیر۔

ذرا آیئے سنیئے۔ جس سے مجھے حد درجہ تعجب ہوا۔ جیسے ہی' والٹن روڈ سے نکل کر' فیروز پور روڈ پر آیا۔ تو معلوم ہی نہیں پڑتا تھا کہ کوئی بارش ہوئی ہے۔ صاف اور شفاف سڑکوں کے کنارے تک خشک تھے۔ انڈر پاس بھی بھرپور طور پر سوکھے تھے۔ لگتا تھا کہ بارش ہی نہیں ہوئی۔ صاحبان' بھرپور بارش تو ہوئی تھی۔ مگر لاہور کی سول انتظامیہ نے حد درجہ مہارت اور جاں فشانی سے نکاسی آب کا نظام اتنا اعلیٰ کر ڈالا ہے کہ پانی سڑکوں پر رک ہی نہیں سکتا۔ فیروز پور جیسی مصروف ترین روڈ پر تمام ٹریفک بڑے اطمینان سے جاری و ساری تھی۔ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔ جب ماڈل ٹاؤن پہنچا تو وہاں بھی سڑکوں پر کوئی پانی نہیں تھا۔ نواز شریف پارک کے ساتھ والی اندرونی سڑک بھی خشک تھی۔ مجھے بی بلاک جانا تھا۔ وہاں بھی کسی مقام پر پانی جمع نہیں تھا۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے۔ کہ بارش تو پورے لاہور میں ہوئی تھی۔ پھر' سول انتظامیہ کے زیر انتظام' سڑکیں اور معاملات بالکل سوکھے کیوں تھے۔ وہاں کسی قسم کا مسئلہ کیونکر نہیں تھا؟ اور عملہ بھی کام کرتا نظر آ رہا تھا۔ آخر وجہ کیا ہے؟ شاید جواب میرے سیاسی دوستوں کو پسند نہ آئے؟ مگر اصل فرق یہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے بارش سے کافی پہلے' ذاتی توجہ سے' نکاسی آب جیسے مشکل معاملے کو حل کیا ہے۔ اپنی ٹیم کے ساتھ کھڑے ہو کر' ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملے پر نظر رکھی تھی۔ شدید محنت سے' یہ پیچیدہ کام' اپنی نگرانی میں وقت سے پہلے منظّم کروایا تھا۔ نتیجہ سامنے تھا۔ ڈی ایچ اے' جیسا علاقہ جہاں' کروڑوں اربوں روپے کے گھر موجود ہیں۔ جہاں' ہر مکین سے ہر ماہ متعدد قسم کے بل وصول کیے جاتے ہیں۔ وہاں کی انتظامیہ نے بارش کی نکاسی پر بروقت کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ان کے پاس کوئی منصوبہ تھا ہی نہیں۔ کہ ڈی ایچ اے جیسی کالونی کو قدرتی آفت سے محفوظ کیسے رکھنا ہے۔ ڈبل ایکس کی مین روڈ پر ٹریفک کو کیسے رواں رکھنا ہے؟ بند گاڑیوں' رکشوں اور موٹر سائیکلوں کی مدد کے لئے عملہ تعینات کرنا بھی ہے یا نہیں؟ اور ہاں' پانی نکالنے کے لئے مشینیں لگانی ہیں یا صرف انہیں تصویریں کھینچوانے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ یقین فرمائیے۔ کسی تعصب سے بالاتر ہو کر' لاہور کی بے پناہ مصروف شاہراروں کو آمد و رفت کے لئے کھلا رکھنے پر مریم نواز تحسین اور تعریف کی مستحق ہیں۔ کم از کم بارش والے معاملے میں تو انہیں سو میں سے سو نمبر دیے جا سکتے ہیں۔ عرض کرتا چلوں کہ ڈی ایچ اے کے منتظمین کو لاہور کی سول انتظامیہ اور وزیراعلیٰ کے بہترین انتظامات سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر سیکھنا ان کے لئے اب شاید ممکن ہی نہیں رہا؟